خود ترک دفاعی اور سیاسی حلقے ایک دوراہے پر کھڑے نظر آرہے تھے۔ ان کی سوچ کے مطابق اگر وہ نو آزاد ترک مسلم ریاستوں کی ان سے وابستہ توقعات پوری کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو یہ ریاستیں ایران اور عرب ممالک کے زیر اثر آجائیں گی اور اگر وہ ان کے ساتھ ہمہ جہتی تعلقات کے قیام کے سلسلے میں زیادہ گرم جوشی دکھائیں گے تو ان کی "ایشیائی شناخت" کو تقویت ملے گی اور نتیجتاً ان کی یورپ (کی اقتصادی اور سیاسی تنظیموں) میں شمولیت کی کوششوں کو دھچکا لگے گا۴۷۔ (یونان پہلے ہی ترکی کی یورپی اقتصادی برادری میں شمولیت کا زبردست مخالف ہے)۔ ترکی کی طرف سے نو آزاد ترک مسلم ریاستوں میں قدم جمانے کے لیے جارحانہ اور دلیرانہ اقدامات اٹھانے کے اعلانات۷۵ سے ماسکو اور انقرہ میں بتدریج بعد پیدا ہونا شروع ہوا۔ اگرچہ روسی بھی "اسلامی بنیاد پرستی" کے پھیلاؤ سے مغرب ہی کی طرح خوف زدہ ہیں تاہم اس سلسلے میں اب وہ ترکی کے کردار کی افادیت سے مایوس ہو چکے تھے۔ کریملن میں یہ سوچ بتدریج زور پکڑنے لگی کہ خطے میں ترک اثر و نفوذ' روسی مفادات کے لیے ایرانی اثر و نفوذ سے زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ ایرانی وسط ایشیائی ترک عوام کے ساتھ نسلی روابط نہیں رکھتے۔ مزید یہ کہ ان کا شیعہ مذہب وسط ایشیائی عوام کے سنی مذہب (ماسوائے آذربائیجان) سے مختلف ہے چنانچہ روسی یہ سمجھنے لگے کہ وسط ایشیائی ریاستوں میں ایرانیوں کی سرگرمیاں نسبتاً" غیر سیاسی (اور شاید غیر نظریاتی) نوعیت کی ہوں گی جن سے روسی مفادات پر زد نہیں پڑے گی۔ روسیوں کے لیے ایران کے "اسلامی ماڈل" کے بجائے ترکی کی "پان ترکزم" پر مبنی سرگرمیاں زیادہ خطرناک صورت میں ظاہر ہونے لگیں۔ وہ خطے میں ترکی کی آزادانہ سرگرمیوں کو "پان ترکزم" کے جذبات کی تقویت کا باعث سمجھنے لگے جن کے نتیجے میں' روسیوں کے خیال میں' مذہبی بنیادوں پر نہ سہی نسلی بنیادوں پر نو آزاد ترک مسلم جمہوریاؤں میں ماسکو مخالف جذبات زور پکڑنے لگیں گے۔ مزید یہ کہ خود روسی فیڈریشن میں شامل ترک مسلم قومیتوں میں ماسکو سے بغاوت کے رجحانات شدت پکڑنے لگیں گے۔

نو آزاد مسلم ریاستوں کی ای سی او میں شمولیت

اس پس منظر میں ایران (اور پاکستان) نے خطے میں پڑوسی اسلامی ممالک کی سرگرمیوں میں تنسیق و ارتباط پیدا کرنے کے لیے نو آزاد مسلم ریاستوں کو اقتصادی تعاون کی تنظیم (ای سی او) میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ وسطی ایشیا اور قفقاز میں پڑوس کی تینوں بڑی ریاستوں (ترکی'

ایران اور پاکستان) کے مابین (کم از کم تاثر کی حد تک) مخاصمت پر مبنی سرگرمیوں کو ایک بین الاقوامی تنظیم کے پلیٹ فارم سے باہمی مفاد کے لیے اجتماعی کوششوں میں بدلا جاسکے۔ ایران نے ۱۹۸۵ء میں ای سی او کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ ای سی او دراصل "علاقائی تعاون برائے ترقی" (آر سی ڈی) تنظیم کے احیاء کی کوشش تھی۔ آر سی ڈی ۱۹۶۴ء میں تشکیل دی گئی تھی جس کے ممبر ممالک میں ایران' پاکستان اور ترکی شامل تھے۔ آر سی ڈی کا تجربہ بوجوہ کامیاب ثابت نہ ہو سکا۔ ایران میں اسلامی انقلاب (۱۹۷۹ء) کے فوراً بعد انقلابی حکومت نے آر سی ڈی کو ختم کرنے کا اعلان کیا۔ ۱۹۸۳ء میں ایران نے دوبارہ آر سی ڈی کے احیاء کا عندیہ دیا۔ پاکستان اور ترکی نے بھی اس سلسلے میں مثبت رویے کا اظہار کیا۔ چنانچہ مئی ۱۹۸۴ میں پاکستان' ایران اور ترکی کے مابین سہ طرفہ تعاون کو فروغ دینے کے لیے آر سی ڈی کے احیاء کا اعلان کیا گیا۔ ۱۹۸۵ء میں ایران ہی کی تجویز پر آر سی ڈی کا نام بدل کر تنظیم برائے اقتصادی تعاون (ای سی او) رکھا گیا۔ وسط ایشیائی ریاستوں کی آزادی کے بعد بیرونی دنیا کے ساتھ تعلقات کے قیام کے سلسلے میں انہوں نے ای سی او میں رکنیت حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ای سی او میں رکنیت حاصل کرنے کی پشت پر ان کی طرف سے ایک ایسی دنیا میں شمولیت کا احساس تھا' جس کے ساتھ وہ تہذیبی اور تاریخی رشتوں کے علاوہ مذہبی روابط کے ذریعے بھی منسلک ہیں۔ ای سی او کی وزارتی کونسل کے دوسرے اجلاس (منعقدہ ۶ فروری ۱۹۹۲ء) کے دوران ترکمنستان اور ازبکستان نے تنظیم میں شمولیت کی باضابطہ درخواستیں پیش کیں۔ ۱۶-۱۷ فروری ۱۹۹۲ء کو تہران میں منعقدہ ای سی او کے سربراہی اجلاس میں ان دونوں ریاستوں کو تنظیم میں باضابطہ رکنیت دے دی گئی۷۶۔ دیگر ریاستوں کو مبصر (observer) کی حیثیت سے تنظیم میں شامل کیا گیا۔ نومبر ۱۹۹۲ء تک افغانستان سمیت دیگر ریاستوں کو بھی تنظیم میں باقاعدہ رکنیت دے دی گئی۷۷۔

ای سی او کے پلیٹ فارم سے اجتماعی تعلقات کے قیام کے سلسلے میں ایرانی کوششوں اور تجاویز و منصوبوں پر اظہار خیال سے قبل ایران - سابق سوویت ریاستوں کے مابین باہمی دو طرفہ تعلقات کے موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔

ایران - روس تعلقات

دسمبر ۱۹۹۱ء میں تہران میں ایران اور روس کے مابین سوویت یونین کے انہدام کے بعد کی نئی علاقائی صورتحال کے تناظر میں ماسکو - تہران تعلقات کا رخ متعین کرنے کے لیے مذاکرات